پروفیسر محی الدین حاجنی کشمیری : ایک علمی وتحقیقی شخصیت

رضا احمد رضا
اسکالر، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ
رابطہ 7217353748

[پروفیسر محی الدین حاجنی اگرچہ کشمیری زبان وادب وتاریخ وتحقیق کے حوالوں سے دنیائے ادب میں اپنی شناخت رکھتے ہیں لیکن اردو کے تئیں ان کی خدمات بھی تاریخی نوعیت کی ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں پروفیسر محی الدین حاجنی کی کشمیری وار دو دونوں زبانوں کے حوالے سے لکھی گئی تحریروں پر مقالہ نگار نے سرسری نظر دوڑا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مرحوم حاجنی کا کام کشمیری ادبیات کے حوالے سے نہ صرف مستند ہے بلکہ اس پر مزید تحقیق کیے جانے کے امکانات باقی ہیں۔]

ریاست جموں وکشمیر اپنی سیاسی، سماجی، تہذیبی، تاریخی، جغرافیائی، فنی اور ادبی خصوصیات کے ساتھ ساتھ حسن وخوبصورتی کی وجہ سے بھی اپنی ایک خاص پہچان رکھتی ہے لیکن ان سبھی خصوصیات کے باوجود کشمیری زبان بھی اس ریاست کی الگ پہچان بنانے میں اہم کردار نبھارہی ہے۔ اس زبان اور اس خطے نے ایسے بے شمار ادیب وفن کار پیدا کیے ہیں جنھوں نے ایک طرف تو کشمیری زبان وادب کی خدمات کے ساتھ ساتھ عالمی ادب میں بھی شاندار اضافے کیے ہیں تو دوسری طرف دیگر شعبۂ حیات میں بھی اہم کارنامے انجام دیے ہیں جو قابل ستائش وقابل قدر ہیں۔ پروفیسر محی الدین حاجنی بھی انہی شخصیات میں ایک اہم نام ہے۔

پروفیسر حاجنی ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ عمومی طور پر ادب اور خصوصی طور پر کشمیری ادب میں ان کی خدمات صرف ناقابل فراموش ہی نہیں بلکہ کشمیری ادب کی تاریخ ان کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے۔ کشمیری زبان تو ان کی مادری زبان تھی لیکن اُردو، انگریزی، عربی اور فارسی پر بھی انہیں عبور حاصل تھا۔ اس کے علاوہ دیگر شعبۂ ہائے تعلیمات میں بھی انہیں اچھی خاصی واقفیت تھی۔ قرآن وحدیث اور تفسیر کے معتبر عالم تھے۔ بہت سے سماجی وتعلیمی اقدامات اُٹھا کر اپنے سماج کی خدمات انجام دیتے رہے۔ حکومت کے ظلم وستم کے خلاف ہمیشہ آواز بلند کرتے رہے۔ جس کی پاداش میں دوبار ۱۹۴۸ء اور ۱۹۶۵ء میں جیل بھی جانا پڑا۔ الغرض ہر شعبۂ حیات میں ان کے کارنامے اہمیت کے حامل ہیں لیکن مجھے یہاں صرف ان کی علمی، ادبی وتعلیمی خدمات کے حوالے سے گفتگو کرنی ہے۔

پروفیسر محی الدین حاجنی نے اپنے آبادی وطن حاجن میں تعلیمِ بالغاں سینٹر قائم کر کے تعلیم کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ پروفیسر حاجنی تعلیمِ بالغاں کی اہمیت وافادیت سے بخوبی واقف تھے لہٰذا انہوں نے تعلیمِ بالغاں کے مقصد کو عملی جامہ پہنایا۔ حکومت کے مظالم کے خلاف آواز اُٹھانے کی پاداش میں انہیں دوبار جیل بھی بھیج دیا گیا لیکن انہوں نے جیل میں بھی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا جس کے دوران قرآن وحدیث کی تعلیم کے ساتھ ساتھ نفسیات پر بھی لیکچر دیتے رہے۔ کشمیر یونیورسٹی میں بی۔ اے آنرز کشمیری اور ایم۔ اے کشمیری کے کورس متعارف کروانے میں ان کی کاوشیں سرِفہرست ہیں بے شک ان کی کاوشوں کو ناکام بنانے

کی بھی کوششیں کی گئیں لیکن حاجنی ہمیشہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے رہے۔ آپ نے ۱۹۶۵ء میں جیل میں ہی بی۔اے آنرز کشمیری کے لئے نصاب تیار کیا تھا۔ آپ پوری زندگی درس وتدریس سے وابستہ رہے۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد مختلف تعلیمی اداروں میں بلا معاوضہ درس وتدریس سے منسلک رہے۔

پروفیسر حاجنی نے عمومی طور پر ادب اور خصوصی طور پر کشمیری ادب میں اہم کارنامے انجام دیے ہیں۔ آپ ادب کے بارے میں ایک خاص نظریہ رکھتے تھے۔ پروفیسر حاجنی ادب برائے ادب کے ساتھ ساتھ ادب برائے زندگی کے قائل تھے۔ آپ کا تعلق سرزمین علی گڑھ سے بھی رہا ہے اس لیے آپ کا علی گڑھ تحریک سے متاثر ہونا بھی فطری بات ہے۔ لہٰذا وہ ادب کے حوالے سے علی گڑھ تحریک سے منسوب سرسید اور حالؔی سے صاف طور پر متاثر نظر آتے ہیں۔ سرسید اور حالؔی کے اثرات ان کے سماجی وادبی کارناموں میں بخوبی دیکھے جاسکتے ہیں۔ پروفیسر حاجنی کا ماننا تھا کہ وہی ادب، ادب کہلانے کا مستحق ہے جس سے ہمیں فائدہ ہو یا ہمارے اخلاق درست ہوں نیز ادب کو انسانی تربیت کا آلہ کار ہونا چاہیئے لہٰذا آپ ادب میں افادیت کے قائل ومتلاشی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جن ادبی تخلیقات کو عالمی ادب میں اہمیت حاصل تھی ان تخلیقات کو آپ نے کشمیری زبان میں ترجمہ کیا اور کشمیری ادب وتہذیب کو عالمی ادب اور اس کی اہمیت سے روشناس کرانے کی کوشش کی۔ حاجنی صاحب کے ادبی نظریات کے بارے میں پروفیسر مشتاق احمد زرگر لکھتے ہیں کہ:

> ''آپ کے تنقیدی رویہ کی بنیاد یہ تھی کہ ادب کے سامنے کوئی اخلاقی مقصد ہونا ضروری ہے۔ ادب میں
> خالص جمالیاتی عناصر تلاش کرنا ایک ذہنی مرض ہے۔''

کشمیری ادب کے ساتھ ساتھ کشمیری زبان کے حوالے سے بھی آپ نے اہم کارنامے انجام دیے ہیں۔ انہوں نے ایک طرف تو کشمیری زبان میں سادہ اور رواں دواں نثر کو رواج دیا دوسری طرف ذخیرۂ الفاظ میں بھی اہم اور مثبت اضافے کیے نیز کشمیری زبان سے متروک الفاظ کی بازیافت بھی ان کا اہم کارنامہ ہے۔ اُردو زبان میں جو اہمیت ومقام ناسؔخ لکھنوی کو حاصل ہے۔ اس سے بڑھ کر کشمیری زبان میں پروفیسر حاجنی کو اہمیت ومقام حاصل ہے۔ ناسؔخ لکھنوی نے ایک طرف تو اُردو زبان میں ذخیرۂ الفاظ کا اضافہ کیا دوسری طرف اُردو زبان سے بہت سے ہندی الفاظ ترک کر دیے جس کو ہم زبان کا نقصان تسلیم کرنے پر مجبور ہیں لیکن اس کے برعکس پروفیسر حاجنی نے ایک طرف کشمیری زبان میں جدید الفاظ کا اضافہ کیا تو دوسری طرف متروک الفاظ کی بھی بازیافت کی۔ لہٰذا حاجنی صاحب کا مقام زبان کی خدمات کے حوالے سے ناسؔخ لکھنوی سے بھی بلند ہے۔ اگر ہم نثر کے حوالے سے بات کریں تو اُردو نثر میں جو خدمات سرسید احمد خاں نے انجام دیں تھیں وہی خدمات کشمیری نثر میں پروفیسر حاجنی نے انجام دیں۔ غالباً پروفیسر حاجنی کی نثر سرسّید اور علی گڑھ تحریک کی ہی دین ہے۔ پروفیسر حاجنی کی زبان ونثر پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے پروفیسر مشتاق احمد زرگر یوں رقم طراز ہیں:

> ''پروفیسر حاجنی کشمیری نثر کے ابتدائی معماروں میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ جس طرح سرسید نے اُردو زبان کو عام
> لوگوں تک پہنچانے کے لیے اسے آسان بنایا ٹھیک اسی طرح حاجنی صاحب نے کشمیری نثر کو فروغ دے کر
> لوگوں تک پہنچایا۔۔۔کشمیری ادب میں آپ کو بابائے نثر شمار کیا جاتا ہے۔''

پروفیسر محی الدین حاجنی نے منصور حلاج کی مشہور کتاب ''کتاب الطّواسین'' کا مطالعہ کیا اور اسے زبانی لکھ ڈالا۔ یہ کتاب منصور حلاج کے اقوالِ زریں کا مجموعہ ہے۔ اصلاً یہ مجموعہ عربی زبان میں تھا۔ پروفیسر حاجنی نے اس کتاب کا اُردو میں ترجمہ کیا اور اس کی شرح بھی لکھی جو ۱۹۵۳ء میں مشہور رسالہ گلریز میں شائع ہوئی۔ یہ ترجمہ اُردو ادب میں ایک خاص اضافہ ہے جو اہلِ اُردو کو پروفیسر حاجنی کی دین ہے۔ پروفیسر حاجنی کو اس ترجمہ کے دوران کافی محنت ومشقت کا سامنا کرنا پڑا لیکن انہوں نے دیدہ ریزی سے اس کام کو بخوبی انجام دیا۔ اس شرح سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں عربی زبان اور قرآن کریم کی تفسیر پر کتنی مہارت حاصل تھی۔ پروفیسر حاجنی نے ''مسدسِ حالؔی'' کا کشمیری میں منظوم ترجمہ کیا جو پرتاب اور گلریز رسالوں میں قسط وار شائع ہوا اور بعد میں یہ ترجمہ کتابی شکل میں بھی شائع ہوا۔ یہ وہی ''مسدسِ حالؔی'' ہے جس کے بارے میں سر سیّد احمد خاں فرماتے ہیں کہ بروز حشر خدا مجھ سے پوچھے گا کہ دنیا سے کیا لائے ہو تو میں کہوں گا کہ حالؔی سے مسدّس لکھوا کر لایا ہوں۔ پروفیسر حاجنی مسدس کی اہمیت سے بھی بخوبی واقف تھے۔ جس طرح سر سیّد مسدس لکھوا کر قوم کو جھنجھوڑنا چاہتے تھے ٹھیک اسی طرح پروفیسر حاجنی اپنی قوم کو بھی جگانا چاہتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے عملی طور پر یہ کام انجام دے کر اپنی قوم، زبان اور تہذیب کو ترقی کے راستے پر لانے کی کوشش کی۔

''مسدسِ حالؔی'' کا یہ منظوم ترجمہ ایک طرف توفنّی وموضوعاتی اعتبار سے کامیاب ترجمہ ہے دوسری طرف کشمیری ادب میں بھی ایک شاندار اضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے ساہتیہ اکیڈمی کی فرمائش پر داستانِ الف لیلیٰ کی ۲۹ کہانیوں کا کشمیری زبان میں ترجمہ کیا جو ۱۹۶۸ء میں کلچرل اکیڈمی جموں وکشمیر کی جانب سے زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔ بے شک آج داستانوں کا رواج نہیں ہے لیکن آج کے جدید اور سائنسی دور میں بھی داستانوں کی ایک خاص ادبی، تہذیبی وتاریخی اہمیت ہے۔ پروفیسر حاجنی نے یہ ترجمہ کر کے کشمیری زبان وادب کو قدیم ہندوستانی ادب، سماج اور تہذیب سے روشناس کروایا۔ پروفیسر حاجنی نے مختلف زبانوں سے کشمیری میں تراجم کر کے ایک طرف تو کشمیری ادب میں اضافے کیے تو دوسری طرف کشمیری زبان وادب کو آفاقی ادب سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش بھی کی۔

پروفیسر محی الدین حاجنی نے ۱۹۳۹ء میں ایک کشمیری ڈراما ''گریست سُند گر'' (کسان کا گھر) لکھا جو پہلا کشمیری سماجی ڈراما ہے۔ اس ڈرامے میں کشمیر کے دیہاتوں کی شاندار عکاسی ملتی ہے۔ اس سے پہلے صنفِ ڈراما نگاری میں دیومالائی عناصر کی بھرمار تھی۔ پروفیسر حاجنی نے روایت سے انحراف کرتے ہوئے صنفِ ڈراما نگاری کو حقیقی زندگی سے روشناس کروایا۔ یہ ڈراما بھی رسالہ گلریز میں قسط وار شائع ہوا اور بعد میں کتابی شکل میں بھی منظرِ عام پر آیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے کشمیری میں دو یک بابی ڈرامے بھی لکھے جن میں ''باواجیؔو'' اہم ہے۔ پروفیسر حاجنی نے انگریزی میں ایک کتابچہ (Founders of culture) کے نام سے بھی تصنیف کیا۔ پروفیسر حاجنی اپنی تہذیب وثقافت کے دلدادہ تھے۔ اپنے تہذیب وتمدن کے فروغ کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ ان کا یہ انگریزی کتابچہ ان کی ثقافتی بقا کی فکر کا غماز ہے۔ انہوں نے ۱۹۵۷ء میں ساہتیہ اکیڈمی کے لیے کشمیری شاعری کی ایک انتھالوجی تیار کی جس میں ان کی دو غزلیں بھی شامل ہیں۔ پروفیسر حاجنی کشمیری زبان کے اچھے شاعر بھی تھے۔ ان کی شاعری میں

ایک طرف تو اپنی تہذیبی وثقافتی جھلک نظر آتی ہے دوسری طرف تصوف کے مسائل بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔

پروفیسر حاجنی نے انگریزی مضامین کا ایک سلسلہ جاری کیا جس سے ان کی انگریزی زبان پر دسترس کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ہفتہ وار اخبارات ''حقیقت'' اور ''البرق'' میں لگا تار ان کے مضامین شائع ہوتے رہے۔ حاجنی صاحب کشمیری شعراء کی اُردو اور کشمیری شاعری پر بھی تنقیدی وتجزیاتی مضامین لکھتے رہے۔ علامہ اقبال پر ان کے متعدد اُردو اور انگریزی مضامین شائع ہوتے رہے جس میں علامہ کی شاعری کے ساتھ ساتھ ان کے فلسفہ کے حوالے سے بھی عالمانہ تنقیدی وتجزیاتی تبصرے ملتے ہیں۔ مشہور کشمیری مثنوی ''گلریز'' پر بھی ان کا تنقیدی وتجزیاتی مضمون شائع ہوا۔ اس کے علاوہ بھی حاجنی صاحب نے مختلف مضامین ومقالات تحریر کیے جو ایک طرف تو کشمیری ادب اور ادیبوں کو اُجاگر کرتے ہیں دوسری طرف پروفیسر حاجنی کی ذہنی صلاحیت اور علمی بصیرت کا بھی پتہ دیتے ہیں۔ حاجنی صاحب نے ایامِ اسیری میں مختلف علمی وادبی شخصیات پر مقالات لکھے جو بعد میں ''مقالات'' نام سے ہی کتابی شکل میں شائع ہوئے۔

پروفیسر حاجنی کی علمی وادبی سرگرمیوں میں ان کی تدوین بھی خاص اہمیت کی حامل ہے۔ پروفیسر حاجنی تحقیق وتدوین کے اصولوں سے بھی بخوبی واقف تھے۔ انہوں نے ''دیوانِ وہاب پرے حاجنی'' کو دو جلدوں میں مرتب کیا جس سے وہاب پرے حاجنی کی شاعری کی تفہیم کے دریچے کھلتے ہیں۔ اس کے علاوہ حاجنی صاحب نے ''کلیاتِ اسد پرے حاجنی'' اور ''کلیاتِ صدیق اللہ حاجنی'' کو بھی مرتب کیا جو ایک اہم ادبی کارنامہ ہے۔ حاجنی صاحب رسالہ ''پرتاب'' اور ''گلریز'' کے نگراں کی حیثیت سے صحافتی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔

پروفیسر حاجنی حالاتِ حاضرہ پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ یہ نظر صرف مقامی یا قومی ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر ہوا کرتی تھی۔ کیونکہ حاجنی صاحب ''العالم الاسلامی'' مکہ ''تہران ٹائمز'' ایران ''الکوثر'' بنگلور اور ''سرینگر ٹائمز'' سرینگر وغیرہ اخبارات کے مستقل قاری تھے۔ اخبار کے ایسے شوقین تھے جب نظر کمزور پڑ گئی تو بیٹی سے اخبار سنا کرتے تھے۔ پروفیسر حاجنی کی علمی وادبی بصیرت اور دلچسپی کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہوتا ہے کہ جب وہ پرنس آف ویلز کالج جموں میں پروفیسر کی حیثیت سے درس وتدریس سے منسلک تھے تو اس وقت ان کی ذاتی لائبریری میں بے شمار کتابیں ذخیرہ تھیں۔ ۱۹۴۷ء کے مسلم کش فساد میں جموں میں ان کا ۱۳۰۰ کتابوں پر مشتمل کتب خانہ تھا جس کو فسادیوں نے نذرِ آتش کر دیا۔ حاجنی صاحب کو ان کتابوں کے ضائع ہونے کا صدمہ تمام عمر رہا۔

پروفیسر محی الدین حاجنی کی علمی وادبی خدمات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے استعاراتی زبان میں یوں کہنا بجا ہوگا کہ پروفیسر حاجنی کشمیر کی سرزمینِ علم وادب میں ایک پہاڑ کی حیثیت رکھتے تھے۔ عمومی طور پر زبان وادب اور خصوصی طور پر کشمیری زبان وادب اور شعبۂ تعلیم ان کے احسانات سے گراں بار رہے۔